تبتل پہلے نیتوں میں ہوتا ہے۔تبتل ہوگا تو دنیا کی کوئی قیمت آپ کے سامنے نہیں رہے گی۔رسول کریمؐ کی تبتل کی مثالیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ /اکتوبر ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

حسب سابق اس خطبہ کا آغاز بھی مختلف مما لک میں مختلف جماعتی اجتماعات کے ذکر سے کرتا ہوں۔مجلس انصار اللہ ضلع اسلام آباد (پاکستان) کا تربیتی اجلاس کل سے شروع ہے اور آج اختتام پذیر ہوگا۔مجلس خدام الاحمدیہ بنگلہ دیش کا سالانہ اجتماع بھی شروع ہے جو ۲۱ سے ۲۳ /اکتوبر تک جاری رہے گا۔آج مجلس انصار اللہ ضلع سیالکوٹ اور ضلع لودھراں مجلس انصار اللہ بیت التوحید لاہور کے سالانہ اجتماعات ہورہے ہیں۔آج اور کل لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ یادگیر (ہندوستان) اور لجنہ اماء اللہ کیرالہ کا صوبائی اجتماع اور اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کا سولھواں اور اطفال الاحمدیہ بھارت کا پندرھواں سالانہ اجتماع آج ۲۲ /اکتوبر سے شروع ہو رہا ہے۔

خدام الاحمدیہ بھارت کا سالانہ اجتماع تو دراصل بہت پرانا ہے۔جب سے خدام الاحمدیہ کا آغاز ہوا ہے وہ قادیان بھارت ہی سے ہوا تھا۔اس لئے تعجب ہے کہ انہوں نے اپنا سلسلہ کیوں کاٹ لیا جبکہ پاکستان کی جماعتوں نے یہ گنتی اسی وقت سے شروع کر رکھی ہے جب سے کہ خدام الاحمدیہ کا آغاز ہوا تھا۔ بھارت کا جو اجتماع ہے وہ بہرحال اسی وقت سے شروع ہونا چاہئے جب سے کہ خدام الاحمدیہ کا اعلان کیا گیا تھا۔اگر وہ یہ سمجھتے ہوں کہ بھارت ملک کا الگ اجتماع اب ہو رہا ہے تو وہ

پھر چند سال کی گنتی ہے۔ جب میں نے یہ اعلان کیا کہ ایک مرکزی صدر کی بجائے مختلف ممالک کے اپنے اپنے صدران ہوں گے تو اس حساب سے پھر ان کا یہ اجتماع اس وقت سے شمار ہونا چاہئے۔ بہر حال یہ سولھواں نہیں ہے اس سے بہت پرانا یہ اجتماع چل رہا ہے۔

لجنہ اماء اللہ پنجاب (ہندوستان) کا سالانہ اجتماع کل بروز ہفتہ شروع ہوگا جماعت احمدیہ ٹرینیڈاڈ ٹوباگو کا جلسہ سالانہ پرسوں ۲۴ راکتوبر کو منعقد ہو رہا ہے۔

اس سلسلہ میں صرف ایک دو باتیں خاص طور پر کہنا چاہتا ہوں اول تو مجلس خدام الاحمدیہ بنگلہ دیش اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت ہی فعال مجلس ہے اور میری توقعات سے بہت بڑھ کر مخلص اور فدائی خدام اس مجلس میں ہیں۔ بہت سخت گھمبیر حالات میں جبکہ ہر طرف سے خطرات نے ان کو گھیر رکھا تھا اور تعداد بہت تھوڑی تھی انہوں نے بڑی جوانمردی کے ساتھ اور بڑی ہمت اور اخلاص اور توکل کے ساتھ وقت گزارے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ اس کے پھل بھی عطا کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روایات کو بھی ہمیشہ زندہ رکھے اور پہلے سے بڑھ کر ان کو خوبیوں میں بڑھائے اور دنیا بھر کے خدام کو اس پہلو سے اپنے اپنے ملک میں بھی اور دنیا میں بھی مثالی بنادے۔

جہاں تک مجلس انصار اللہ سیالکوٹ (پاکستان) کا تعلق ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سیالکوٹ کو دنیا بھر میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جماعت احمدیہ کے آغاز پر گورداسپور کے علاوہ جس ضلع نے سب سے زیادہ احمدیت کی خدمت کی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہا ہے وہ ضلع سیالکوٹ تھا اور اس پہلو سے خدا تعالیٰ نے بھی اس ضلع کے احمدیوں پر اتنے فضل نازل فرمائے کہ آج ساری دنیا میں ان بزرگوں کی اولادیں اپنے باپ دادا کی خدمات کا وہ پھل کھا رہی ہیں اور ان خاندانوں کو اتنی حیرت انگیز ترقیات ہوئی ہیں کہ انسان حیرت سے دیکھتا ہے کہ کس ضلع سے لوگ اٹھے ہیں اور کس طرح ساری دنیا پر پھیل گئے اور دینی دنیاوی ہر لحاظ سے بڑی بڑی عظمتیں حاصل کیں۔ بڑے بڑے مقامات حاصل کئے اور آئندہ ان خاندانوں نے دوسری جگہ پر پھیل کر خدمت کے جھنڈے بلند کئے اور ابھی بھی دنیا کی اجتماعی خدمات میں سیالکوٹ کے احمدیوں کی نسلوں کی خدمات کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے اس کے بعد کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کیا بنی اور کیا بگڑی کہ انہوں نے دین کی ان خدمات میں دلچسپی کم کردی (میں منہ موڑنے کا لفظ

استعمال نہیں کرنا چاہتا) دنیا کے دھندوں میں زیادہ مشغول ہو گئے دین پر سیاست کو ترجیح دینے لگے۔ خاندانی رقابتوں اور شراکتوں میں مبتلا ہو گئے اور دنیا کی ذلیل ذلیل نمبرداریوں میں اپنی عزتیں شمار کرنے لگے اور چوہدراہٹ کا وہ بگڑا ہوا تصور جس نے ایک لمبا عرصہ تک پنجاب پر قبضہ کئے رکھا تھا وہ ان خاندانوں کے سروں میں سما گیا اور اس کے بعد پھر وہ سارا وقار کھو بیٹھے۔ سیالکوٹ کی جماعتیں صف اول میں شمار ہونے کی بجائے سب سے پیچھے جا پڑیں اور اب وہ ماضی کی یادگاریں ہی رہ گئی ہیں جیسے کھنڈرات رہ جایا کرتے ہیں۔ ان میں کم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان پرانی اقدار کو زندہ رکھنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ اب کچھ عرصہ سے یہ احساس بیدار ہو رہا ہے

انصار اللہ سے میں خصوصیت سے مخاطب ہوتا ہوں کہ آپ کے اس دنیا میں تھوڑے دن رہ گئے ہیں اگر چہ خدام انصار سے پہلے بھی مر سکتے ہیں، اطفال بھی خدام سے پہلے مر جاتے ہیں لیکن بالعموم جب ہم ایک گروہ کی بات کرتے ہیں تو انصار کے اس دنیا میں رہنے کے دن خدام اور اطفال کے مقابل پر تھوڑے ہیں۔ ان تھوڑے دنوں میں خدمت کی جتنی توفیق ہے وہ حاصل کر لیں۔ کھوئی ہوئی روحانی اقدار کو از سر نو حاصل کرنے کی جس حد تک کوشش ہے آپ اگر یہ کوشش کریں تو آپ کے نیک اثرات آپ کی نوجوان نسل پر بھی اور چھوٹی نسلوں پر بھی پڑیں گے اور میری ہمیشہ سے یہ دعا رہی ہے اور تمنا رہی ہے اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی کہ سیالکوٹ کو اللہ تعالیٰ وہ مرتبہ اور مقام عطا فرمائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ان کو عطا ہوا تھا۔ پس ان کھوئی ہوئی اقدار کو از سر نو حاصل کریں اور پھر چمٹ جائیں۔ حرز جان بنالیں اور نہ چھوڑیں جب تک کہ خدا کا بلاوا نہ آجائے۔ یعنی اس دنیا میں رہتے ہوئے جب تک زندہ ہیں ان اعلیٰ اور بزرگ اقدار سے چمٹے رہیں۔ اسی میں ان کی زندگی ہے اسی میں ان کی دنیا ہے۔ اسی میں دین ہے۔

جب سے وہ وبا پڑی ہے جس کا میں نے ذکر کیا۔ سیالکوٹ کی جماعتوں کا نہ دین رہا نہ دنیا رہی، آپس میں پھٹ گئے، عزتیں اور وقار مٹ گئے۔ اس ضلع میں وہ لوگ جو پہلے جماعت احمدیہ پر زبانیں دراز کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے جن پر جماعت کا ایک عظیم رعب طاری تھا ان لوگوں نے اٹھ اٹھ کے ان لوگوں کو بھی گالیاں دیں۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بھی زبانیں دراز کیں اور ہر طرح سے گند اچھالے تو یہ کوئی زندہ رہنے کے آثار نہیں ہیں۔ زندہ رہنے کے اسلوب

نہیں ہیں اگر زندہ رہنا ہے تو شان کے ساتھ زندہ رہیں۔ ہٹ کر اور گر گر کر اور دنیا کے سامنے بچھ کر زندہ رہنے کے انداز موت سے زیادہ مشابہ ہیں زندگی سے کم۔ باقی سب جماعتیں اور خدام اور انصار اور لجنات بھی اس امر کو یاد رکھیں کہ اسی میں زندگی کا راز ہے کہ انسان دین کو دنیا پر مقدم رکھے۔ **جس دن آپ نے دنیا کو دین پر مقدم کرنا شروع کیا وہی دن آپ کے ہلاکت کے سفر کا آغاز ہوگا۔ پھر آپ کا ہر قدم تنزل کی طرف اٹھے گا۔ اس لئے ہمیشہ اس بنیادی نکتے کو یاد رکھیں اور یہی تبتل کا مضمون ہے جو میں بیان کر رہا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی ایک جملے میں آپ کو ہمیشہ کے لئے تبتل کا راز سمجھا دیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ چھوڑنے کا نہیں فرمایا۔ مقدم رکھنے کا فرمایا ہے۔**

ہندوستان کی جماعتوں کے لئے بھی یہی پیغام ہے۔ ہندوستان کی لجنہ اماء اللہ سے متعلق میں یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے بہت اچھی لجنہ ہے۔ بہت بیدار ہے، خدمات میں مردوں سے پیچھے نہیں بلکہ بسا اوقات آگے نکل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لجنات کو بھی اپنے فضل کے ساتھ ہمیشہ نیکیوں پر قائم رہنے اور آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

گزشتہ خطبہ میں میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے یہ عرض کیا تھا کہ قرآن کریم نے حضرت یوسفؑ کے قصے کو بہترین قصہ قرار دیا۔ بہت ہی حسین، بہت ہی دلکش۔ شروع میں تو مجھے تعجب ہوتا تھا لیکن میں نے جتنا غور کیا مجھے اس قصے کا حسن اور زیادہ نمایاں اور جاذب نظر ہو کر دکھائی دینے لگا۔ اس پر میرے ایک پرانے بزرگ استاد نے مجھے توجہ دلائی ہے کہ یہاں اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ (یوسف:۴) فرمایا گیا ہے احسن القِصَص نہیں فرمایا۔ قصہ کی جمع قصص ہوتی ہے اور الۡقَصَصِ سے مراد قصہ نہیں بلکہ تتبع کرنا ہے جستجو کرنا اور اسی قسم کا مضمون ہے، قصے کا بیان کہا جا سکتا ہے ان کا میرے دل میں بڑا احترام ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ علوم عربیہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں لیکن اس سلسلہ میں معذرت کے ساتھ ان کا یہ مشورہ قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم نے جہاں یہ بات بھی لکھی ہے جو میرے سامنے پیش کی گئی وہاں اس بات پر بھی زور دیا اور بڑی واضح قطعی گواہیاں پیش کیں کہ سورہ یوسف میں جہاں اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ فرمایا گیا ہے۔ وہاں بہترین قصہ مراد ہے اور اس کے دلائل پیش کئے۔ مثلاً انگریزی ڈکشنری میں سب سے زیادہ اہم اور مستند کتاب Lane ہے۔ Lane جہاں اور معنے بیان کرتا ہے

وہاں یہ بھی لکھتا ہے کہ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ میں لفظ قصص قصے کا متبادل ہے کیونکہ یہ Substantive ہے اور عربی لغت سے یہ ثابت ہے کہ بعض دفعہ Substantive کو اسم کے متبادل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ پس یہاں اس کا ترجمہ قصہ کرنا ناجائز نہیں لیکن اس سے بہت بڑھ کر ایک بہت ہی بزرگ صاحب فہم اور صاحب عرفان عالم دین حضرت علامہ امام راغبؒ کی گواہی ہے۔ میں تو علامہ امام راغبؒ کے علم سے جتنا استفادہ کرتا ہوں اتنا ہی ان کی محبت میرے دل میں بڑھتی جاتی ہے اور درود میں میں ان کو بھی آل میں شامل کرتا ہوں کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ پر جتنی گہری نظر ڈال کر انہوں نے وہ کتاب لکھی ہے جسے مفردات امام راغبؒ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی کوئی اور نظیر سارے عالم اسلام میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا اور قرآن سے گواہیاں نکالیں اور جو بات بیان کی اس کی قرآن سے ایسی ٹھوس شہادت پیش کی ہے کہ کسی عالم کو پھر اس کے مقابل پر زبان کھولنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ یہ ایک لمبی بحث ہے آپؒ اس میں فرماتے ہیں۔ وَالْقَصَص الْاَخبَار المتَتَبَّعَة یعنی قَصَص ان خبروں کو بھی کہتے ہیں جن کی پیروی کی جائے۔ پس قصص یعنی تتبع کے نتیجہ میں جو اخبار ہاتھ آتی ہیں ان کو بھی قصص کہا جاتا ہے۔ اَلۡقَصَصُ الۡحَقُّ (آل عمران: ۶۳) کہ دیکھیں قرآن کریم نے فرمایا اَلۡقَصَصُ الۡحَقُّ حق کے بیان کرنے کا طریق مراد نہیں ہے بلکہ حق کے تعلق میں قصے مراد ہیں۔ پھر فرماتے ہیں قرآن کریم نے فرمایا۔ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ کہ اس نے قصے بیان فرمائے یہاں قصص نہیں فرمایا ''بیان کرنے کا طریق'' بیان فرمایا تو مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ قرآن لفظ قصص کو قصہ کے متبادل بھی استعمال کرتا ہے۔ پھر اس آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ کہ ہم تیرے سامنے بہترین قصہ بیان کررہے ہیں، سب سے زیادہ حسین قصہ بیان کررہے ہیں۔ پس ان مثالوں میں جہاں قصص قصہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے حضرت امام راغب نے اس آیت کریمہ کو بھی شامل کرلیا ہے۔ یہ میں اس لئے بیان کررہا ہوں کہ یہ بزرگ عالم جن کا میں نے ذکر کیا ہے یہ تو ہمیشہ بلاتردد جب بھی ان کے ذہن میں کوئی ایسا خیال آئے کہ جس کی طرف مجھے متوجہ کرنا ہو یہ ضرور متوجہ فرماتے ہیں اور ان کا بڑا احسان ہے کہ اس معاملہ میں کسی جھوٹے خوف میں یا جھوٹے ادب میں مبتلا نہیں ہوتے لیکن بہت سے ایسے علماء ہیں جو سمجھتے ہوں کہ میں نے

غلط بات کہی ہے لیکن دل میں اس وجہ سے چھپا جاتے ہیں کہ شاید ادب کا غلط تصور ہے یا اس وجہ سے چپ ہو جاتے ہیں کہ میرے تقویٰ کا غلط تصور ہے اور ڈرتے ہیں کہ میں برا مناؤں گا۔ ان سب کے علم میں یہ بات آجانی چاہئے کہ یہ ترجمہ درست ہے غلط نہیں ہے اگرچہ بعض علماء لفظ قصص کا دوسرا معنی بھی لیتے ہیں جو غلط نہیں لیکن بہت بڑے بڑے علماء کے نزدیک یہ بھی درست ہے۔

گزشتہ خطبہ میں میں نے یہ گزارش کی تھی کہ صوفیاء کا ایک بہت ہی مشہور مقولہ ہے **موتوا قبل ان تموتوا** ۔ میں نے احادیث میں تلاش کیا کہ آنحضرت ﷺ نے بھی کہیں یہ فرمایا ہے تو میرے علم میں ایسی کوئی حدیث تو نہیں آئی جس میں یہ فرمایا ہو کہ **موتوا قبل ان تموتوا** ۔ لیکن ایک اور حدیث میں اس مضمون کو آنحضرت ﷺ نے زیادہ احسن رنگ میں یوں پیش فرمایا ہے:

یٰایھا الناس توبوا الی اللّٰہ قبل ان تموتوا کہ اے بنی نوع انسان! اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ اختیار کرو پیشتر اس سے کہ **تموتوا** ۔ تم مرجاؤ۔ **بادروا بالاعمال الصالحۃ قبل ان تشغلوا** اور اعمال صالحہ بجالانے میں جلدی کرو پیشتر اس کے کہ تم دوسری باتوں میں مشغول کر دئے جاؤ۔

(ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ حدیث نمبر: ۱۰۷۱)

دوسری باتوں میں مشغول کر دئے جانے کا جو مضمون ہے یہ مزید وضاحت طلب ہے۔ اس میں بہت ہی گہری حکمت کا بیان ہے۔ اگر انسان اعمال صالحہ کی بجا آوری میں جلدی نہیں کرتا تو ایسے مواقع بسا اوقات ہاتھ سے کھوئے جاتے ہیں اور پھر ہاتھ نہیں آیا کرتے۔ ہر انسان کے اندر تبدیلی کا ایک وقت آتا ہے۔ دل سے ایک موج اٹھتی ہے جو نیکی کی موج ہوتی ہے۔ اس وقت وہ کہتا ہے کہ میں یوں کر دوں اور یوں کر دوں۔ قرآن کریم کے مطالعہ کے وقت احادیث کے مطالعہ کے وقت، بزرگوں کے اقوال خصوصاً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات سے بارہا دل میں ایسی لہریں اٹھتی ہیں کہ میں اپنے کو یہ کرنے پر آمادہ پا رہا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے میں ایسا ہو جاؤں وہ وقت اس نیک ارادے کو عمل میں ڈھال دینے کا ہے اور اگر انسان جلدی نہ کرے تو یہ وقت ضرور ہاتھ سے چلا جاتا ہے، وہ کیفیت مدام نہیں رہتی اسی طرح رمضان المبارک میں بھی ایسے وقت آتے ہیں، ایسی راتیں آتی ہیں جب انسان کا دل چاہتا ہے کہ سب کچھ خدا کے حضور حاضر کر دے اور اس وقت ہمت نہیں ہوتی کہ اس خواہش پر عمل پیرا ہو سکے۔ عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں رمضان گیا اور نیک

ارادے بھی اس کے ساتھ رخصت ہوئے۔ پس آنحضرت ﷺ نے قبل ان تشغلوا جو فرمایا تو مراد یہ ہے کہ نیک کاموں کے علاوہ ایسے مشاغل میں مبتلا ہو جاؤ جو تمہیں نیک کاموں سے غافل کر دیں، جن کی وجہ سے تمہارے نیک مواقع ہاتھ سے جاتے رہیں۔

تشغلوا میں ایک اور بھی تنبیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر تمہیں مصیبتوں میں مبتلا فرمادے، تم ایسے گورکھ دھندوں میں پڑ جاؤ جو تمہارے لئے تکلیف کا موجب بنیں اور پھر نیک اعمال کی طرف لوٹنے کی تم میں صلاحیت ہی نہ رہے۔ تشغلوا میں مرضیں بھی آ جاتی ہیں ایک صحتمند انسان عبادت کا جیسا حق ادا کر سکتا ہے بیمار نہیں کر سکتا لیکن اگر انسان صحت کے ہوتے ہوئے عبادت سے غافل رہے تو بسا اوقات ایسے انسان میں ایسی بیماریاں آ جاتی ہیں کہ وہ پھر عبادت کے لائق ہی نہیں رہتا یہ مضمون بڑا وسیع ہے۔ ہر نیکی کی راہ میں کوئی نہ کوئی بیماری حائل ہو سکتی ہے۔ پس آنحضور ﷺ نے قبل ان تشغلوا کہہ کر احتمالی بیماریوں کا بھی ذکر فرما دیا احتمالی حادثات کا بھی ذکر فرما دیا اور کئی قسم کے گورکھ دھندے جو انسان کو گھیر لیتے ہیں اور انسان ان میں مبتلا ہو جاتا ہے ان کا بھی ذکر فرما دیا اور اس بنیادی فطرت انسانی کا بھی ذکر فرما دیا کہ ہر انسان کی زندگی میں ایسے لمحات آتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو نیک ارادوں پر تیار پاتا ہے اس وقت وہ ارادہ اگر عمل میں نہ ڈھلے تو وقت ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

پس اس پہلو سے توبوا الی اللہ قبل ان تموتوا کا مضمون جو دراصل تبتل سے تعلق رکھتا ہے اس کے یہ سارے پہلو بھی ہمارے سامنے آ گئے۔ یعنی تبتل ہر اس موقع پر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے دل میں ایک روحانی تحریک پیدا ہو رہی ہو۔ اس طرح زیادہ آسانی کے ساتھ ٹکڑا ٹکڑا تبتل کی توفیق مل سکتی ہے۔ جب دل میں ایک نیکی کی لہر دوڑی اس حصہ پر عمل کر لیا کیونکہ وہ عمل کرنے کا سب سے زیادہ آسان موقع ہے کہ دل کی ہوائیں اور دل کے مزاج اس نیکی کو اختیار کرنے کے مطابق چل رہے ہیں، ان کے مخالف نہیں چل رہے۔ اس پہلو سے تبتل کو اختیار کرنے کے طریق ہمیں سمجھا دیئے گئے کہ اگر تم زور اور کوشش کے ساتھ تبتل اختیار کرنے کی کوشش کرو گے یعنی بعض بدیاں چھوڑ کر نیکیوں کی طرف آنے کی کوشش کرو گے تو ممکن ہے کہ تمہیں توفیق نہ ملے۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ ایسے وقت تم پر ضرور آئیں گے جب نیکی کی طبعی تحریک دل میں پیدا

ہو رہی ہے اس وقت تبتل اختیار کر لینا ورنہ تشــغــلــوا ورنہ وہ بیماریاں جن سے بچ کر خدا کی طرف آنے کی ہم تمہیں ہدایت کر رہے ہیں وہ تمہیں گھیر لیں گی، تم ان میں مشغول ہو جاؤ گے پھر تمہارا بچ نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تبتل کے مضمون پر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کو واحد سمجھتا ہے (یعنی انسان جو اللہ تعالیٰ کو واحد سمجھتا ہے) پھر دوسرے سے بھی تعلق رکھتا ہے تو توحید کہاں رہی؟ (ایک نہ رہا کچھ اور بھی اس کے ساتھ پیدا ہو گئے) یا خدا تعالیٰ کو رازق مانتا ہے مگر کسی دوسرے پر بھی بھروسہ کرتا ہے یا دوسرے سے محبت کرتا ہے یا کسی سے امید اور خوف رکھتا ہے تو اس نے واحد کہاں مانا؟ غرض ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ کو واحد ماننے سے توحید حقیقی متحقق ہوتی ہے مگر یہ اپنے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی ہستی پر کامل یقین سے پیدا ہوتی ہے۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ: ۳۴۸۔۳۴۹)

پھر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے۔ ہم بار بار اپنی جماعت کو اس پر قائم ہونے کے لئے کہتے ہیں کیونکہ جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع (یعنی تبتل۔ علیحدگی) اور اس کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش اور محویت پیدا نہیں ہوتی اس وقت تک ثبات میسر نہیں آ سکتا۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ: ۳۳)

یہ بہت ہی گہرا مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ سے تعلق کے لئے ایک محویت کی ضرورت ہے محویت سے مراد ہے خدا کے لئے خالص ہونا۔ اس کا لفظی ترجمہ تو ہے اس میں کھوئے جانا۔ خدا تعالیٰ میں کھوئے جانے کی ضرورت ہے اور یہ کیسے حاصل ہو سکتا ہے جب تک دنیا کی طرف سے انقطاع نہ ہو یعنی پہلی منزل اس کی یہ ہے کہ دنیا سے انسان کاٹا جائے۔ اگر کاٹا نہیں جاتا تو اس کا پیوند خدا تعالیٰ کی ذات میں لگ نہیں سکتا جب تک کہ صفات سیئہ سے اس کا تعلق کاٹا نہیں جاتا اور دنیا کی محبت دلوں سے ٹھنڈی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے فطرتوں میں طبعی جوش

اور محویت پیدا نہیں ہوتی۔ دو محبتیں بیک وقت برابر نہیں پل سکتیں ایک محبت کو ضرور غالب ہونا ہے جب دنیا کی محبت غالب رہے گی اور جب تک دنیا کی محبت غالب رہے اللہ تعالیٰ کی محبت جڑ نہیں پکڑ سکتی۔

پس آپ جب بھی محبت کے مضمون پر غور کریں گے تو مشکل یہ پیش آئے گی کہ یہاں ایک جڑ کا سوال نہیں بیسیوں، سینکڑوں، ہزاروں جڑیں ہیں جنہوں نے ہمیں غیر اللہ کی محبت میں باندھ رکھا ہے، غیر اللہ کی محبت کی زمین میں ہم پیوست ہیں۔ بعض لوگوں کی جڑیں ہلکی ہیں اور اوپر ہیں اور بعض زلازل بعض آندھیاں ان کی جڑیں اکھیڑنے میں ان کی مدد کرتی ہیں۔ غم پڑتے ہیں، مصائب وارد ہوتے ہیں اور ان درختوں کی جڑیں جو زمین میں پیوستہ تھیں ان سے الگ ہو جاتی ہیں۔ پھر اللہ فضل فرمائے تو خدا تعالیٰ کی محبت کی زمین میں وہ دوبارہ پیوست ہو سکتی ہیں لیکن بعضوں کی جڑیں گہری ہوتی ہیں۔ جو بھی ابتلاء آتے ہیں، جیسی کیسی نصیحت کی جائے وہ اسی طرح اس زمین میں گہری پیوست رہتی ہیں تو فرمایا کہ جب تک پہلے یہاں سے جڑیں اکھیڑو گے نہیں اللہ کی محبت میں وہ جڑیں لگ نہیں سکتیں جب ایک دفعہ اکھیڑی جائیں تو پھر کیا ہوتا ہے فطرتوں میں طبعی جوش پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ایک ایسا شخص جس کی جڑیں اکھڑ جائیں اس کی بقاء کا زمانہ بہت تھوڑا ہے وہ جتنی جلدی ممکن ہو ان جڑوں کو دوبارہ اسی زمین میں پیوست کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی پودوں کا حال ہے جو پودے ہواؤں اور آندھیوں سے اکھڑ کر اپنے اصل موطن سے الگ ہو جاتے ہیں اپنی جگہوں سے جدا ہو جاتے ہیں جہاں بھی ہوا ان کو ٹھہراتی ہے وہاں وہ فوری طور پر جڑیں زمین پر پھینکنے کی کوشش کرتے ہیں تو فرمایا کہ دنیا سے جڑیں اکھیڑو تو پھر ایک طبعی جوش پیدا ہوگا کہ کہیں تو جڑیں لگیں۔ پھر خدا کی ذات میں محویت کا معاملہ آسان تر ہو جائے گا تم خود بخود چاہو گے کہ دنیا سے کاٹے گئے، خدا تو ملے اور کم سے کم اس مجبوری کے پیش نظر ہی تمہیں اللہ تعالیٰ میں محو ہونے میں مدد ملے گی۔ اس کے بغیر ثبات میسر نہیں آسکتا۔

جڑوں کے اکھڑنے کا جو مضمون میں نے اب بیان کیا ہے اس کا ثبات سے تعلق ہے۔ جڑیں پیوستہ ہوں تو ثبات آتا ہے اور جب تک انسان خدا تعالیٰ کی ذات میں محو نہ ہو نیکیوں پر ثبات اس لئے نہیں آسکتا کہ دنیا کی زمین میں اگر جڑیں گہری پیوست ہوں تو نیکیاں شاخوں پر صرف عارضی بہار کے سرسری اثر کے طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ جڑیں فیصلہ کرتی ہیں کہ اس درخت نے کیا بننا ہے اور کیسے رہنا ہے اور کوئی نیکی وہاں ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ جڑیں اس کی تائید نہ کریں۔ پس

جب تک انسان کی محبت کی جڑیں اللہ تعالیٰ کی ذات میں پیوستہ نہیں ہوجاتیں اس وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تمہاری نیکیوں کو ثبات میسر نہیں آسکتا۔ ہم نے روزمرہ دیکھا ہے کہ ایک انسان نیکیوں کو اختیار کرتا ہے پھر اکھڑ جاتا ہے پھر اختیار کرتا ہے پھر اکھڑ جاتا ہے۔ ہر وقت اس دغدغہ میں اس کا وقت گزرتا ہے کہ کیا کروں، کس طرح اپنی نیکیوں کو ثبات بخشوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا حل پیش فرمادیا کہ اس کا حل محبت الٰہی میں ہے۔ ہر محبت کے مقابل پر محبت الٰہی کا ایک موقع ہے جس جس محبت میں تم دنیا سے تعلق کاٹ کر اللہ تعالیٰ کی محبت اختیار کرو گے تو لازماً وہیں تمہاری ان نیکیوں کو ثبات مل جائے گا جن کا اس مضمون سے تعلق ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کی مثال دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ''آنحضرت ﷺ اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپؐ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپؐ کی موت محض خدا تعالیٰ کے لئے ہو گئی تھی اور آپؐ کے وجود میں نفس، مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا (یہ کامل تبتل ہے) اور آپؐ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرہ آمیزش نہیں رہی تھی'' (ریویو آف ریلیجنز۔ جلد اول صفحہ:۱۷۸)

تبتل کا یہ مضمون اپنی انتہا تک پہنچا ہوا ہے اس سے آگے کا تبتل ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تعلق میں اس کی محبت میں ہر دوسرا تعلق بالکل کالعدم ہو جائے بلکہ عدم ہو جائے اور اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے۔ جو شخص اپنے نفس سے کامل طور پر کاٹا گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے نفس کا ذکر فرمایا ہے، کامل طور پر اپنے نفس سے کاٹا گیا، مخلوق اور اسباب سے کاٹا گیا۔ امر واقع یہ ہے کہ مخلوق اور اسباب سے کٹنے سے پہلے نفس سے کٹنا ضروری ہے یہ یاد رکھیں۔ مخلوق اور اسباب کے تعلق کی جڑیں نفس کے اندر ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرفان کی بہت ہی گہری بات فرمائی ہے اور بڑی حکمت سے اس ترتیب کو قائم فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نفس سے کاٹے گئے۔ اپنی ذات سے کاٹے گئے اور اس کے نتیجہ میں لازم تھا کہ مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ آپؐ میں باقی نہ رہے تب ایسا ہوا کہ آپؐ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری کہ اس میں غیر کی ایک ذرہ آمیزش نہیں رہی تھی۔

اس کے بعد کی جو دنیا ہے اس میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو اپنے نفس سے بھی ایک تعلق پیدا ہوا۔ مخلوق سے بھی ایک تعلق پیدا ہوا اور اسباب سے بھی ایک تعلق پیدا ہوا مگر کیوں؟ اس لئے کہ اللہ نے فرمایا کہ **ولنفسک علیک حق** دیکھو میرے بندے تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ پس وہ قطع تعلق ایک نئے تعلق میں تبدیل ہوگئی جو اللہ کی طرف سے ملا اور یہی مضمون خلق سے تعلق اور اسباب کے ساتھ تعلق پر بھی برابر حاوی ہے اور برابر اطلاق پاتا ہے۔ گویا آپ کا ہر تعلق رضائے باری تعالیٰ کے تابع ہو کر ایک نئی روح کے ساتھ قائم ہوا ہے اور اسی حد تک قائم ہوا۔ جس حد تک خدا نے چاہا کہ یہ تعلق قائم ہو۔ پس نفس کے تعلق میں اور مخلوق کے تعلق میں اور اسباب کے تعلق میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ایک کامل مثال بن گئے جس حد تک آپؐ اپنے نفس کا لحاظ رکھتے تھے اور دوسروں کے نفوس کا لحاظ رکھتے تھے وہ ایک خاص تفریق جو اپنے نفس اور غیروں کے درمیان کی جاتی تھی۔ وہ تبتل کی ایک بہت ہی اعلیٰ مثال ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تعلقات کو ایک نئی روح ملتی ہے، نئی روشنی عطا ہوتی ہے۔ ویسا ہی اگر ہم کریں اور ویسا ہی اسباب سے تعلق رکھیں جیسا حضرت اقدس محمد رسول اللہ نے اسباب سے تعلق توڑنے کے بعد پھر دوبارہ خدا کی خاطر قائم فرمایا ہے تو یہی اس دنیا میں نجات کا آخری ذریعہ بلکہ پہلا اور آخری ذریعہ ہے اس سے بہتر نجات کی کوئی اور تعریف ممکن نہیں دنیا بھر کے مذاہب میں آپ تلاش کرلیں مگر یہ تعریف جو تبتل اور پھر دوبارہ تعلق کی آنحضرت ﷺ کی سیرت پر غور کرنے کے بعد ہمیں سمجھ آتی ہے اس سے بہتر نجات کی کوئی اور تعریف ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب:۷۲) تم نجات کی راہیں پوچھ رہے ہو ہم تمہیں **فوز عظیم** کی راہ بتاتے ہیں۔ تم نجات کی کیا باتیں کرتے ہو ہم نجات کی ایسی راہ بتاتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر نجات ممکن نہیں ہے اور وہ نجات خدا اور محمد رسول اللہؐ کی متابعت میں ہے۔ اللہ کی اطاعت کرو۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اس میں ساری نجات ہے۔ پس میں جو نجات کا مضمون اس کے ساتھ باندھ رہا ہوں تو اپنی طرف سے نہیں بلکہ قرآن کریم نے واضح طور پر اس کو نجات ہی کے مضمون کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

اب میں آپ کے سامنے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے تبتل کی چند مثالیں رکھتا ہوں

یہ تو ایک بہت ہی وسیع مضمون ہے اور بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر چند ایسی مثالیں جن سے آپ کو یہ مضمون سمجھنے میں آسانی ہوگی جو میں نے چنی ہیں۔ ایک نصیحت کے طور پر بخاری۔ کتاب الرقاق باب **قول النبی ﷺ کن فی الدنیا کانک غریب** ۔ یہ عنوان حضرت امام بخاری نے باندھا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے میرے کندھوں کو پکڑا اور فرمایا تو دنیا میں ایسا بن جا گویا تو پردیسی ہے یا راہ گزر مسافر ہے۔ (بخاری کتاب الرقاق حدیث نمبر: ۵۹۳۲)

یہ تبتل کی وہ تعریف ہے جو آنحضرت ﷺ کی ذات پر سب سے زیادہ صادق آئی اور اس کی روشنی میں ہم اس مضمون کو زیادہ بہتر رنگ میں سمجھ سکتے ہیں۔

ترمذی۔ کتاب الزہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ چٹائی پر سو رہے تھے جب اٹھے تو چٹائی کے نشان پہلو مبارک پر نظر آئے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ کے لئے نرم سا گدیلہ نہ بنادیں۔ اگر ایک نرم سا گدیلہ ہم آپؐ کے لئے بنادیں تو کیا اچھا نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: مجھے دنیا اور اس کے آراموں سے کیا تعلق؟ میں اس دنیا میں اس شتر سوار کی طرح ہوں جو ایک درخت کے نیچے ستانے کے لئے اترا اور پھر شام کے وقت اس کو چھوڑ کر آگے چل کھڑا ہوا۔ (ترمذی کتاب الزھد حدیث نمبر: ۲۲۹۹)

یہ عجیب مثال ہے۔ آپؐ سفر کرتے ہیں تو آپ کو بہت سی چیزیں اچھی بھی لگتی ہیں۔ سفر کی مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چیزوں کا پسند آنا منع نہیں ہے۔ آرام کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ کئی سایہ دار اشجار راہ میں آپ کی مہمانی کے لئے آپ کو آرام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما رکھے ہیں۔ لیکن سفر کی حالتوں پر غور کر کے دیکھیں وہ سب تعلقات عارضی دکھائی دیتے ہیں اور انسان کسی جگہ اپنی منزل بنا کر ٹھہر نہیں جایا کرتا۔ اچھے مقامات بھی آتے ہیں، برے مقامات بھی آتے ہیں، سبزہ زاروں میں چشمے بھی بہہ رہے ہوتے ہیں میٹھے پانی بھی مہیا ہوتے ہیں۔ صحراؤں میں پیاس کی تلخیاں بھی برداشت کی جاتی ہیں اور کئی قسم کی مصیبتیں ہیں لیکن ایک مسافر جب ان سے گزرتا ہے تو نہ تکلیفیں ہمیشہ کے لئے اس کو مغلوب کر دیتی ہیں یا مایوس کر سکتی ہیں، نہ عارضی لذتیں اس کے قدم تھام سکتی ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ لذتیں بھی عارضی ہیں یہ میرا اصل مقام نہیں ہے اور یہ تکلیفیں بھی آئیں اور چلی گئیں مگر میری منزل تو کہیں اور ہے۔ پس ہمیشہ منزل کا خیال اس کے دامنگیر رہتا ہے

اور سفر کے تعلقات کبھی بھی دائمی نہیں بن سکتے۔

مجھے یاد ہے بچپن میں چونکہ مجھے پہاڑوں پر جانے کا بہت شوق تھا۔ ہمالہ کے خوبصورت پہاڑوں پر جو ایک بہت وسیع سلسلہ ہے جب بھی جاتا تھا اور جب سکول کی چھٹیوں کے دن ختم ہو رہے ہوتے تھے اور واپس جانا ہوتا تھا تو مجھے بہادر شاہ ظفر کا یہ شعر یاد آ جاتا تھا اور اکثر ان جگہوں پر بیٹھ کر یہ شعر گنگنا کر میں بہت لذتیں محسوس کرتا تھا اور وہ شعر یہ ہے کہ

؎ جو چمن سے گزرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے

پس انسان کے لئے خواہ خوبصورت جگہیں ہوں یا تکلیف دہ جگہیں، بہار کے موسم ہوں یا خزاں کے موسم ہوں، پیغام واحد یہی ہے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے کہ نہ وقتی آرام تمہیں متکبر کر دیں اور جھوٹی ملکیت کی تمنائیں تمہارے دلوں میں پیدا کریں اور نہ عارضی تکلیف دہ مقامات تم پر نفسیاتی لحاظ سے غالب آ کر تمہیں مایوس کر دیں اور تم سمجھو کہ تمہارا سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا۔ مسافر کی طرح رہو گے تو آرام کی زندگی کے ساتھ بھی تمہارے تعلقات درست رہیں گے اور تکلیف کی زندگی کے ساتھ بھی تمہارے تعلقات درست رہیں گے۔

پھر حضرت سہیلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا کام بتائیے کہ جب میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے محبت کرنے لگے اور باقی لوگ بھی مجھے چاہنے لگیں۔ بڑا مشکل سوال ہے۔ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ایسا کام کروں کہ اللہ محبت کرے تو دنیا سے تعلق توڑنا پڑے گا اور ایسا کام کروں کہ دنیا مجھے چاہنے لگے تو گویا اللہ سے تعلق توڑنا پڑے گا۔ کتنا مشکل سوال تھا جو بظاہر کیا گیا لیکن جواب دیکھیں۔ کیسا عارفانہ کیسا عظیم جواب ہے۔ آنحضور ﷺ فرماتے ہیں۔ دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرنے لگے گا اور یہی فعل تمہارے لئے لوگوں کی محبت بھی پیدا کر دے گا۔ یہ فرمایا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو تو لوگ تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ابن ماجہ کتاب الزھد حدیث نمبر: ۴۰۹۲) کتنا حیرت انگیز عارفانہ جواب ہے۔ اس کو پڑھ کر عقل ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ کیسا برجستہ جواب اللہ تعالیٰ نے فوراً آنحضرت ﷺ

کو سمجھایا ہے جو اس سوال کے دونوں پہلوؤں پر برابر اطلاق پاتا ہے اور ایک ہی نیکی ہے جس کے اجر کے طور پر اللہ بھی محبت کرتا ہے اور بندے بھی محبت کرتے ہیں۔

ہمارے تعلقات کے جتنے بھی دائرے ہیں، دنیا میں جتنے فساد ہیں ان کی جڑ دنیا کی محبت اور اس رنگ میں محبت ہے کہ دوسرے کے مال پر حرص کی نگاہیں پڑتی ہیں جو اپنا حق نہیں ہے وہ لینے کی تمنا دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کو کامل یقین ہو جائے کہ اس شخص کو میری وجاہت میں، میرے اموال میں، میری اچھی چیزوں میں ایسی دلچسپی ہرگز نہیں کہ انہیں اپنا لے، اس حد تک دلچسپی ہے کہ یہ چیزیں زیادہ ہوں تو یہ خوش ہو۔ ایسے شخص سے لازماً وہ شخص محبت کرے گا جس کو اس کی طرف سے اسی کی طرح کا کامل اطمینان نصیب ہو اور کامل بے خوفی عطا ہو جائے۔ دراصل حضور اکرم ﷺ نے لفظ مسلم ہی کی یہ تعریف فرمائی ہے اور انسان کا اسلام کامل ہو نہیں سکتا جب تک اس سے دنیا بے خوف نہ ہو جائے اور تمام دنیا کو اس کی طرف سے حقیقت میں سلامتی کا پیغام نہ پہنچے۔ یہ کیسے ممکن ہے اس کا یہی طریق ہے کہ دنیا کی محبت دل پر اس طرح سرد ہو جائے کہ جو کسی کی ملکیت ہے وہ اس کو مبارک رہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوئی تمنا کوئی خیال دل میں پیدا نہ ہو اور جہاں تک اللہ کی ذات کا تعلق ہے دنیا کا وجود اس کے سامنے ایک مردار کے طور پر دکھائی دے اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک زندہ محبت کے طور پر ہمیشہ اس کے دل پر غالب رہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ ہماری جماعت میں بھی بہت سے اختلافات، بہت سے خاندانی مسائل اس نصیحت پر عمل نہ کرنے کے نتیجہ میں ہیں۔ بہت سے ایسے خطوط مجھے ملتے ہیں، بہت سے ایسے مقدمات قضاء میں جاتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ایک باپ نے آنکھیں بند کیں تو اولاد جائیدادوں پر ایک دوسرے سے لڑ پڑی۔ بعض ایسے مقدمے میرے سامنے ہیں جو بیس پچیس سال سے مسلسل چل رہے ہیں اور کسی طرح کسی فیصلے سے ہر فریق کو اطمینان حاصل ہوتا ہی نہیں۔ بہنیں بھائیوں سے لڑ پڑی ہیں، بھائی بہنوں سے لڑ رہے ہیں۔ آگے ان کے بچے ان اختلافات کو لے دوڑے ہیں اور مسلسل سر دردی کا سامان یہاں تک کہ بالآخر مجھے جراحی کا عمل کرنا پڑا اور فیصلہ کرنا پڑا کہ اب چاہے اس کو انصاف سمجھو یا ناانصافی سمجھو قضاء کے اس آخری فیصلے پر عمل کرو تو جماعت کے ساتھ رہو گے ورنہ جماعت سے کاٹے جاؤ گے اور کئی ایسے ہیں جنہوں نے یہ تبتل معکوس اختیار کرلیا

کہ جماعت کو چھوڑ دیا۔ اللہ سے منہ موڑ لیا، دنیا کو دین پر مقدم کر لیا لیکن وہ حرص نہ چھوڑی جو دوسرے کے مال پر نظر رکھنے کی حرص ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش چھوڑ دو۔ یہاں یہ بھی نہیں فرمایا کہ حق ہے یا نہیں ہے یہ بحث نہیں اٹھائی۔ فرمایا کہ خدا سے محبت ایسی تام ہو جائے اور خدا کی خاطر دنیا ایسی حقیر دکھائی دینے لگے کہ تم میں ایک عظیم احسان کا جذبہ پیدا ہو جائے۔ اللہ کی خاطر جب دنیا سرد ہوتی ہے تو انسان بعض دفعہ اپنے حق کو دوسرے کے قبضہ میں دیکھے تب بھی وہ اس کو چھوڑ دیا کرتا ہے اور اللہ کی خاطر یہ قبول کر لیتا ہے کہ اگر یہی بات ہے تو ٹھیک ہے خدا میرا رازق ہے۔ تم جتنا مجھ سے چھینو گے اس سے بہت زیادہ عطا کر دے گا۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حق کے لئے جدو جہد نہیں کرنی چاہئے مگر جہاں جدو جہد کی حد ختم اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی حد سے متصادم ہونے کا خطرہ ہو وہاں یہی حکم ہے کہ وہاں قدم روک لو اور خدا کی خاطر اپنے نقصان کو برداشت کر جاؤ۔ اگر خدا غالب ہے اور ملکیتیں مغلوب ہیں تو ہر ایسے موقع پر جہاں یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ حق چھوڑوں یا نہ چھوڑوں خدا کا تعلق ہی فیصلہ کن ثابت ہوتا ہے۔ پھر اگر انسان اللہ کی خاطر ہر حق چھوڑنے پر اپنے آپ کو آمادہ کر لے تو یہ سچا تبتل ہے جو اس کی زندگی کے ہر عمل میں کارفرما رہے گا اور جہاں بھی ایسا مقام آئے جہاں ایک چیز سے علیحدگی، دوسری چیز کو اختیار کرنے کے فیصلے کرنے پڑتے ہیں وہاں انسان ہمیشہ صحیح فیصلہ کرے گا۔

میں نے تو دیکھا ہے کہ لوگ بہنوں کے حق مار جاتے ہیں اور ان کو وراثتوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ ابھی پرسوں مجھے ایک بچی کا بڑا دردناک خط ملا ہے۔ اچھے کھاتے پیتے بھائی ہیں، ماں باپ جائیداد چھوڑ کر گئے اور اس غریب بہن کو جس بیچاری کے آٹھ دس بچے بھی ہیں۔ خاوند غریب ہے، ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکتا، چھوڑا ہوا ہے اور خود عیش و عشرت کی زندگی میں مبتلا ہیں اور بہن کا حق ان کے مال میں داخل ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ (الذٰریٰت: ۲۰) کہ خدا سے تعلق رکھنے والے جو نیک لوگ ہیں ان کا تو یہ حال ہے کہ جو ان کا مال ہے اس میں بھی سائل اور محروم کا حق ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے لیکن وہ کیسے لوگ ہیں جو سائل اور محروم کا حق چھین کر اپنے مال میں داخل کرتے ہیں وہ مومن نہیں کہلا سکتے۔ پس قضاء

جو فیصلے کرے جب بھی کرے اس پر عمل درآمد کی کسی کو توفیق ملے یا نہ ملے لیکن ایک قضاء ہے جو آسمان پر قائم ہے اس قضاء کے فیصلوں اور اس کی تنفیذ سے کوئی دنیا میں بچ نہیں سکتا۔ اس لئے میں ساری جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کسی کا حق ان کے مال میں شامل ہے تو اس حق کو الگ کر دیں۔ وہ جہنم کا ٹکڑا ہے جو ان کے پیٹ میں جا چکا ہے جب تک وہ اس پیٹ میں ہے وہ سارے نظام کے لئے جہنم اور آگ پیدا کرنے کا موجب بنا رہے گا اور قیامت کے دن وہ پکڑیں جائیں گے۔

اس لئے آنحضرت ﷺ نے تبتل کی جو صحیح تعریف فرمائی ہے اس کے پیش نظر سب سے پہلی بات یہ کریں کہ اپنے اموال میں اپنی جائیدادوں میں، اپنی ملکیتوں میں سے سب غیر کے حقوق نکال دیں اور پھر اپنے اموال پر غیروں کے حقوق خود قائم کریں اور خدا کی خاطر مال سے بے رغبتی کے نمونے دکھائیں۔ یہ جو دوسرا قدم ہے یہ احسان کا قدم ہے۔ اگر دنیا پر انسان کی محبت ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور خدا کی محبت باقی رہ جاتی ہے تو پھر جہاں بھی کوئی محروم نظر آئے گا۔ جہاں بھی سائل دکھائی دے گا، جہاں بھی کوئی تکلیف میں مبتلا شخص سامنے آئے گا انسان خدا کی خاطر اس کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ خدمت کی کوشش کرتا ہے۔

بہنوں کا حق تو ایک ایسا عظیم حق ہے کہ حضرت عمرؓ کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت کی مثال ان کے سامنے بیان کی گئی کہ وہ اپنے بھائی کی مدح میں گیت کہتے ہوئے تھکتی نہیں۔ مسلسل کہتی چلی جاتی ہے اور ہمیشہ اس کی تعریف میں رطب اللسان رہتی ہے تو حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ کیا دیوانگی ہے کہ ایک شخص کے ذکر سے تم تنگ ہی نہیں آ رہی، تھک ہی نہیں رہیں۔ اس نے کہا آپ کو پتا نہیں میرا بھائی کیسا تھا۔ وہ تو ایسا تھا کہ میرے ماں باپ کی وفات کے بعد آدھی جائیداد برابر بانٹ کر میرے سپرد کر دی۔ ابھی اسلام کی وراثت کا نظام نہیں آیا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے اور میرا خاوند عیش و عشرت میں مبتلا عیاش، غیر ذمہ دار، اس نے وہ ساری جائیداد ضائع کر دی۔ میرے بھائی کو پتا چلا۔ پھر اس نے اپنی جائیداد آدھی کی اور آدھی میرے سپرد کر دی۔ وہ کہتی ہے سات دفعہ اس طرح ہوا ہے، سات دفعہ میرے خاوند نے اس نیک بھائی کی جائیداد ضائع کی اور سات دفعہ اس نے پاک کمائی میں سے آدھا کر کے میرے سپرد کر دیا کہ لو تم تکلیف میں نہ رہو۔ یہ ذکر سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے صاد فرما دیا

کہ ہاں تم ٹھیک کرتی ہو۔اس بھائی کا حق ہے کہ اس کی حمد کے گیت گائے جائیں۔پس بہن بھائی کا جو اصل تعلق ہے وہ تو یہ ہے کہ انسان اپنی بہنوں کی خاطر کوشش کرے۔اگر ویسا نہیں بن سکتا جیسا وہ بھائی تھا تو کچھ نہ کچھ تو بہنوں کی رعایت رکھے۔کجا یہ کہ ان کے مال کھا کر بیٹھا ہو اور اس کی اولاد نازوں کے ساتھ پل رہی ہو اور بہن کے بے چارے بچے بھوکے مر رہے ہوں تو تبتل کے مضمون کو آپ جتنا سمجھیں گے اتنا ہی آپ بہتر انسان بنتے چلے جائیں گے۔تبتل سب سے پہلے نیتوں میں ہوتا ہے۔جب نیتوں کے تبتل میں دنیا کی کوئی قیمت آپ کے سامنے نہیں رہے گی تو پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آپ کسی کا حق ماریں اور اس کے بعد پھر لازماً خدا بھی آپ سے محبت کرے گا اور بنی نوع انسان بھی ضرور آپ سے محبت کریں گے۔یہ وہ مضمون ہے جس کو سمجھنے کے بعد میں امید رکھتا ہوں کہ اگر جماعت عمل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے لئے ترقیات کی بہت راہیں کھلیں گی اور ہمارا معاشرہ ایک انتہائی حسین اور جاذب نظر معاشرہ بن جائے گا جس کی کوئی اور مثال دنیا میں دکھائی نہیں دے گی اس مضمون کے باقی حصے کو چھیڑنے سے پہلے اب میں ایک وفات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی نماز جنازہ غائب کا۔

ہمارے ایک بہت ہی فدائی واقف زندگی امیر جماعت احمدیہ کینیڈا کی بیگم فیضیہ کل وفات پا گئی ہیں اور میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ بہت ہی خاموش قربانیاں کرنے والی، بہت ہی دعا گو، نیک فطرت خاتون ایسی ہیں کہ میرے علم میں نہیں کہ کبھی زندگی میں انہوں نے کسی کو کوئی دکھ دیا ہو ان کے خلاف جماعت میں کسی طرف سے کبھی کوئی شکایت نہیں سنی ورنہ اور بھی مبلغین کی بیویاں ہوتی ہیں اپنی غلطی سے یا کسی کی غلطی سی یہ تاثر ضرور پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے کسی کو دکھ پہنچایا اور جب میں دوروں پر جاتا ہوں تو مجھ سے یہ ذکر چلتے ہیں لیکن اس نیک خاتون کے متعلق اچھی بات ہی سنی۔ہمیشہ لوگوں کی بھلائی میں وقف تھی اور بڑے صبر کے ساتھ ایک ایسے واقفِ زندگی کے ساتھ گزارا کیا جو اپنے اہل وعیال کے حق کو بعض دفعہ نظرانداز کر کے جماعت کی خدمت میں لگا رہتا تھا۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے اور ہماری سب خواتین کو ان کی ان نیک عادات کا حامل بنا دے جو خدا کی محبت بھی حاصل کرتی ہیں اور بنی نوع انسان کی بھی۔

اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور انشاء اللہ نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ ہوگی۔ نماز کے بعد احباب فوری طور پر صف بنالیں۔